شاہ مصباح الدین شکیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر و تشریح

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ شیریں فقرہ بجائے خود ایک آیت ہے۔ اس کا صوتی آہنگ کانوں میں رس گھولتا ہے، دل میں اتر کر کشتِ عمل کو نرم و زرخیز کر دیتا ہے، دل میں نشست و ترتیب، جامعیت و سلاست کا شاہکار ہے، فصاحت کا دل موہ لینے والا انداز ہے۔ آیت اتنی چھوٹی اور نرم رو ہے کہ بے اختیار زبان پر رواں ہو جاتی ہے۔

عرب عہد جاہلیت میں جب کسی کام کی ابتداء کرتے تو بتوں کا نام لیتے، جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب اور اپنا سفارشی سمجھتے، قرآن مجید خود اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قائل تھے، اس کے وجود کو پہچانتے تھے، اسے زمین و آسمان کا خالق جانتے، مخلوقات کا پیدا کرنے والا مانتے، مشرک ہونے کے باوجود دیوتاؤں میں سے کسی کو اس کے برابر نہ سمجھتے، البتہ اس عقیدہ پر جمے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ ہماری سفارش کرتے ہیں۔

* سورۂ زُمر کی تیسری آیت میں ہے:۔ "مَا نَعبُدُهُم اِلاَّ لِيُقَرِّبُونَا اِلَى اللّٰه زُلفٰى"
ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں"

* سورہ یونس کی آیت ۱۸ میں فرمایا گیا: وَيَقُولُونَ هٰؤُلاَءِ شُفَعَاءُ نَاعِندَاللّٰه
"کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔"

* سورہ عنکبوت ۶۱ ویں آیت میں ہے: وَلَئِن سَاَلتَهُم مَن خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ وَسَخَّرَ الشَّمسَ وَالقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰه
"اور اگر ہم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے تمہارے زیر فرمان کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے"

* آگے ۶۳ ویں آیت میں فرمایا گیا: وَلَئِن سَاَلتَهُم مَن نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحيَابِهِ الاَرضَ مِن بَعدِ مَوتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ
اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے برسایا، پھر اس نے زمین کو اس کے مرنے کے بعد کس نے زندہ کیا، تو کہہ دیں گے اللہ نے۔

کفار چوں کہ بتوں کو مقرب اور سفارشی ذریعہ سمجھتے تھے، لہٰذا کسی کام کی ابتداء کرتے تو برکت کے لئے ان کے نام لیتے۔ جیسے بسم اللآت والعزیٰ، یعنی شروع لات و عُزیٰ کے نام سے۔

ظہور اسلام سے پہلے مشہور شاعر امیہ بن ابی صلت نے قبیلہ قریش کو مشورہ دیا کہ بجائے بتوں کے نام سے ابتدا کرنے کے "بسمک اللھم" سے اپنی تحریر کا آغاز کریں۔ اس کے معنی ہیں "شروع اللہ کے نام سے" انہوں نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔

امیہ بن ابی صلت کا تعلق طائف کے مشہور قبیلہ بنی ثقیف سے تھا، وہ اکثر تجارت کی غرض سے شام جایا کرتا تھا۔ جہاں یہود اور نصاریٰ کے علماء کی صحبت میں بیٹھتا۔ اسی وجہ سے توحید، ملائکہ، حشر و نشر، عرش وغیرہ کا ذکر اس کے کلام میں آیا ہے۔ اس کے اشعار سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس کے شعروں میں ایمان اور دل میں کفر ہے"۔

اس کا شمار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "دین حنیف" کے ماننے والوں میں ہوتا تھا۔ بعثت نبوی کے وقت وہ زندہ تھا۔ اسے خود منصب نبوت پر فائز ہونے کی توقع تھی۔ حسد کی وجہ سے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔ پندرہ سال بعد جب ارادہ کیا تو غزوۂ بدر واقع ہو چکا تھا۔ جس میں قریش کے نامور سردار قتل ہو چکے تھے۔ راستے میں جب اس کو اطلاع ملی تو ناراض ہو کر وہیں سے پلٹ گیا۔ ہجرت نبوی کے آٹھویں یا نویں سال طائف میں فوت ہوا۔

جبل نور کے غار حرا میں پہلی وحی کا نزول ہوا تو پہلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

اقرَاْ ء باسمِ ربِّکَ الّذی خَلَق (سورۂ علق پ ۳۰)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

یہ بتوں کے نام سے کام کی ابتدا کرنے کی رسم جاہلیت کو مٹانے کے لئے پہلا حکم تھا۔ قرآن مجید سے قبل نازل ہونے والی آسمانی کتابوں اور صحائف میں بھی "بسملہ" (لغوی اعتبار سے اسم مصدر ہے جس کے معنیٰ "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" پڑھنا یا لکھنا ہے۔ کبھی کبھی "بسملہ" کی جگہ "تسمیہ" بھی کہا جاتا ہے) نازل ہوا ہے۔

قرآنی شہادت کے بموجب پہلا ذکر سورۂ ھود میں حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرۂ طوفان میں ملتا ہے۔ پہلے کشتی تیار کرنے کا حکم ہوا، پھر اس میں ہر قسم کے جانداروں سے جوڑا (نر اور مادہ) لے لینے کا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے تقریباً چالیس نفر بھی سوار ہو گئے۔ آخر عذاب الٰہی کا وقت آپہنچا۔ تنور جوش مارنے لگا اور زمین کی تہہ میں سے پانی ابلنے لگا۔ آسمان چھاجوں مینہ برسانے لگا۔ سفینۂ نوح سطح آب پر تیرنے لگا۔ اس موقع کی کیفیت سورۂ ھود کی آیت ۴۱ میں ہے۔ وَقَالَ ارکَبُوا فیھَا بسمِ اللّٰہ مَجرھَا وَمُرسٰھَا انّ رَبِّی لَغَفُور رّحِیم.

"اور کہا کہ اللہ کا نام لے کر (کہ اسی کے ہاتھ میں ہے) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (ہے) اس میں سوار ہو جاؤ،

بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت کے نزول کے بعد تحریر کی ابتدا میں بسم اللہ لکھا جانے لگا۔ ورنہ اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی "بسمک اللھم" لکھوایا کرتے تھے۔ اس فقرہ میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کے وقت جب قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو نے بِسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم لکھے جانے پر اعتراض کیا کہ ہم کسی رحمٰن و رحیم کو نہیں جانتے۔ جیسا دستور ہے اس کے موافق "باسمک اللھم" لکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمالیا۔

جب سورۂ بنی اسرائیل کی ۱۱۰ ویں آیت نازل ہوئی۔

قُل ادعُوااللّٰہ اَودعُوا الرّحمٰنَ اَیّاًمّاتَدعُوا فَلَہ الاَسمَآء الحُسنیٰ

"کہہ دو کہ تم اللہ پکارو یا رحمٰن، جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔"

اس آیت کے نزول کے بعد تحریر کی ابتدا "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" سے ہونے لگی اور جب سورۂ نمل نازل ہوئی تو اس کی آیت نمبر ۳۰ میں مکمل متن اس طرح آیا ہے۔

وانّہ من سُلَیمَانَ وَانّہ بِسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم۔

"یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور یہ کہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم سلطنت کے ساتھ جن و انس اور حیوانات پر حکومت عطا کی تھی۔ ایک دن جاہ و حشم کے ساتھ دربار منعقد تھا۔ انہوں نے ہُدہُد کو غیر موجود پایا۔ فرمایا کہ اگر معقول وجہ کے بغیر وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ زیادہ وقت نہیں گزرا کہ ہُدہُد اس اطلاع کے ساتھ حاضر ہوا کہ یمن کے علاقہ "سبا" میں ایک ملکہ ہے جو عظیم سلطنت کی مالک ہے۔ مگر یہ لوگ آفتاب پرست ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: "اگر تو سچا ہے تو میرا یہ خط ملکہ بلقیس تک پہنچادے۔"

اس موقع پر اس کی ابتداء مندرجہ بالا آیت سے ہوئی۔ اس طرح ہمیں قرآن مجید میں یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں اس کا رواج تھا۔

اب مسلمان اپنے سرناموں میں پوری آیت "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" لکھنے لگے۔

"بسم اللہ" کے معنیٰ ہیں: اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے نام کی مدد کے ساتھ، اللہ کے نام کی برکت سے۔

تینوں صورتوں میں جملہ پورے معنیٰ نہیں دیتا۔ عربی زبان کے نحوی قاعدے کی رو سے یہاں کوئی چیز محذوف ہے۔ چنانچہ اسے ظاہر کرنے کے لئے حسبِ ذیل الفاظ "شروع کرتا ہوں" یا "پڑھتا

ہوں" کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح مکمل جملہ "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ" بنتا ہے۔
الرحمن اور الرحیم یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ دونوں الفاظ "رحم" سے ہیں۔ رحم کے لفظی معنیٰ ہیں جھکنا، مڑنا، مائل ہونا۔ لفظ رحمن میں بہ نسبت رحیم کے رحم کی عمومیت زیادہ ہے۔ رحمن کے معنیٰ وہ ذات جس میں رحمت ہے۔ رحمت ایسی نرمی کو کہتے ہیں جس میں دوسرے کے لئے شفقت بھی، فضل بھی اور لطف بھی، ان تمام صفات کا رحمت میں ظہور ہوتا ہے۔ اسی لئے لفظ رحمن کے معنیٰ ہیں رحمت عام کا مفہوم ہے۔ یعنی الرحمن وہ ذات ہے جس کی رحمت سارے عالم پر حاوی ہے۔ جو بات سورۂ انعام میں فرمائی گئی ہے۔ "اور میری رحمت تمام چیزوں پر محیط ہے"

ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت ہی کی وجہ سے کافر، مشرک، سب ہی پرورش پا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ رحمن اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ جیسے رحمن وہ ذات ہے جو رحم رکھتی ہے۔ صاحب رحم ہے۔ پس اللہ ذات ہے۔ اور رحم اس کی صفت۔ علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح لفظ "اللہ" کا جمع اور تثنیہ نہیں آتا اسی طرح رحمن کا بھی نہیں آتا۔ کسی مخلوق کو رحمن کہنا کسی طرح درست نہیں۔ جن کے نام اس پر رکھے گئے یا جائیں انہیں "عبدالرحمن" کہہ کر پکارا جائے۔

آگے کا لفظ الرحیم ہے اس کے معنیٰ تام الرحمۃ کے ہیں۔ یعنی اس کی رحمت ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ الرحیم وہ ذات ہے جس میں نہ صرف رحمت ہے بلکہ اس سے ہمیشہ اس کا ظہور بھی ہوتا رہتا ہے جس سے کائنات کی ہر چیز فیضیاب ہوتی رہتی ہے۔ اس میں دوام اور تسلسل ہے۔ اس کی شان رحیمیت ہر شے کی پرورش اور نگہداشت بھی کر رہی ہے۔

رحیم کا لفظ انسانوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "بالمومنین رؤف الرّحیم"
فرمایا گیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ رحمن عربی زبان میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اسے استعمال کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا حق ادا نہیں ہوتا، لہٰذا رحیم کے لفظ کا اضافہ کر دیا گیا۔ جیسے اردو میں سخی کے ساتھ داتا کو استعمال کر کے مبالغہ میں انتہا کر دی جاتی ہے۔

احادیث نبوی میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ابتدا کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ .... ہر اہمیت کا کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے بے برکت رہتا ہے۔

ایک حدیث میں .... ہر کام کی ابتداء میں پڑھنے کا حکم ہے۔ فرمایا کہ .... گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو۔